ماہنامہ مسلمہ لاہور

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

جلد نمبر ۸۱ ماہ اگست ۲۰۱۱ء شمارہ نمبر ۷

پاکستان پولیٹیکل میپ

ایک علمی، دینی، ادبی، تعلیمی مجلہ

بیادگار حضرت مولانا عبدالحق عباس علیہ الرحمہ

موسس : مدرستہ البنات

مجلّہ مسلمہ

ایک علمی، دینی، ادبی اور تعلیمی مجلّہ

انجمن مدرستہ البنات

15۔لیک روڈ، لاہور

ادارہ تحریر

سرپرست: محترمہ خالدہ عبید

مدیرہ: نسیم سلہری

معاون مدیر: ڈاکٹر اے۔یو۔خان

کمپائلنگ، کمپوزنگ: سید مبارک علی

محترمہ خالدہ عبید نے مطبعة المکتبة العلمیہ لاہور سے طبع کر کے نشر کیا۔

اداریہ

چودہ اگست

قارئین! چودہ اگست کا دن پاکستانی قوم کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ خطہ برصغیر کے مسلمانوں اور قائداعظم کی انتھک محنت کا ثمر ہے۔ لیکن آج یہ خطہ جس طرح تاریخ کے نازک موڑ پر کھڑا ہے وہ تمام پاکستانیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

خوداحتسابی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اتفاق واتحاد۔ دیانتداری نظم وضبط کی جتنی ضرورت اب ہے۔ شاید کبھی نہ تھی۔ دشمن اس مملکت خداداد کو مٹانے کے درپے ہیں۔ اور پاکستانیوں کی جگ ہنسائی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''ایک تدبیر وہ (کافر) کر رہے ہوتے ہیں اور ایک تدبیر میں (اللہ) کر رہا ہوتا ہوں اور ہوتا وہی ہے جو میں (اللہ) چاہتا ہوں۔

جو قومیں اپنے مسائل کے حل کے لیے خواہشات نفس کو تابع رکھتے ہوئے خدمت خلق کے جذبے کو مدنظر رکھتی ہیں۔ کامیابی انہیں کے قدم چومتی ہے۔ ایسا تبھی ہوسکتا ہے جب ہر پاکستانی اپنا احتساب خود کرے اپنے آپکو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائے اور اپنی زندگی کو اسکے مطابق ڈھالے۔

قائداعظم کا فرمان ہے۔ Failure is a word Unknown to me ناکامی کے لفظ کو میں نہیں جانتا۔ اس کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو نوجوان کام، کام اور کام کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت انکو شکست نہیں دے سکتی۔ ہماری نوجوان نسل خدا کے فضل سے کافی محنتی ہے ضرورت انکو خیروشر میں فرق واضح کرنے کی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ زمین میں فساد ڈالنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

جو قوم اپنی کوتاہیوں، خامیوں کا ادراک کر لیتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگ کر صراطِ مستقیم پر چلنے کا وعدہ کرتی ہے۔ تو اس غفورالرحیم ذات کا فرمان ہے۔

''اگر تم (مسلمان) اتنے گناہ کر لیتے ہو کہ اس سے کائنات بھر جائے (سوائے شرک کے) تو اگر میرا بندہ میرے حضور معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو میں جس کو چاہوں معاف کر دوں گا۔''

قارئین! ہمارا ملک ستائیس رمضان المبارک کو وجود میں آیا تھا۔ اس رمضان میں ہم روزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی کے لیے جتنی بھی دعائیں مانگ لیں وہ کم ہیں۔ ہمیں اپنے رب کو منانا ہے۔ کہ وہ ہمیں سیلابوں، طوفانوں، زلزلوں سے اپنی پناہ میں رکھے ہمیں دشمنوں کے ناپاک عزائم سے بچائے اور ہمارے ملک میں امن و سکون اور خوشحالی کا دور لائے۔ آمین۔

مدیرہ

حکمتِ روزہ

مولانا عبدالحق عباس

روزے کی حکمت تادیب نفس اس پر اسکی نگرانی اور اس کی سرکشی کی روک تھام میں آشکارا ہوتی ہے کیونکہ جب اسکی خوراک روکی جاتی ہے تو اسکی تروتازگی میں پژمردگی آجاتی ہے۔ اس کی قوتوں میں ضعف رونما ہو جاتا ہے۔ اس کی تیزی کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور ایک کمزور ذلیل اور محتاج کی سی شکل میں سامنے آتا ہے۔ اس مقام پر وہ اپنے خالق کے سامنے بندگی کا اقرار اور عاجزی بے کسی اور بے بسی کا اعتراف کرتا ہے چنانچہ وہ اپنی حد پر آکر رُک جاتا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتا اور رب العالمین کی طرف رجوع کرتا اور لوٹتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ روزہ نفس کو مشکلات کے برداشت کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور اس سے صبر، عزم اور ضبط کا جذبہ تیزی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی صفات ہیں۔ جو رزمگاہ حیات میں انسانی لوازمات میں سب سے زیادہ ناگزیر ہیں۔ انہی صفات سے قوم ترقی کرتی ہے۔ بلند مقام پر فائز ہوتی ہے۔ اور فتح سیادت، غلبہ اور آسودگی اس کے پاؤں چومتی ہے۔

اور روزہ ہی وہ چیز ہے جو ایک خوشحال اور عیش و پرست انسان کو اس بھوک کی گرمی سے آگاہ کرتی ہے۔ جسے ایک نادار فاقہ کش آدمی بھگتتا ہے اس سے اس کا دل پسیج جاتا ہے اور اس کا نفس ان فاقہ کشوں پر جودو کرم کرتا ہے اور ان سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور رب العالمین نے جو انعام و اکرام اس پر کیا ہے اس میں سے انہیں بھی دیتا ہے اس طرح ناداروں اور مالداروں کے درمیان رشتہء مودت مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور غصہ اور حسد جو ناداروں کے دلوں میں امیروں کی طرف سے ہوتا ہے۔ دُور ہو جاتا ہے۔ اور اسکی جگہ اُلفت اور محبت کے بیج اُگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام کے سایہ میں باہم دوست اور ایک دوسرے کے بہی خواہ بن کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جبکہ خوشحالی اُن پر سایہ کئے ہوتی ہے اور امن انکے چاروں طرف خیمہ زن ہوتا ہے۔

افطار کے وقت میں پھر اسکے بھی ایک خاص گھنٹے بلکہ ایک مخصوص منٹ پر مقرر کرنے میں بھی ایک اور حکمت ہے۔ اور یہ وقت کی اس تعین سے بجز اس کے اور کیا غرض ہو سکتی ہے کہ خاندان کے سب افراد ایک ہی دسترخوان پر جمع ہو کر اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے کھائیں اور پیار، اخوت اور محبت کی برکات کا ہر ایک کو شعور ہو جو نہیں ان کے ایک رشتہ میں پرونے اور اگر وہ پراگندہ ہوں تو ان کی شیرازہ بندی پیدا کرنے کا باعث ہو۔ اور یہ وہ چیز ہے جسے اسلام دلوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے۔

ان سب کو چھوڑ کر روزہ میں ایک طبی حکمت ہے۔ جسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو کھانے اور پینے میں اعتدال سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ یہ مہینہ ہاضمے کی مشین کے لیے گویا ایک رخصت ہے۔ جس میں وہ آرام حاصل کرتی ہے اور جب یہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو اس میں مستعدی پھر سے تازہ ہو جاتی ہے اور اس ڈیوٹی کو سرانجام دینے کے لیے جو اسکی پیدائش کی غرض وغایت ہے آمادہ ہو جاتی ہے۔

یہ امر کس قدر مسرت انگیز ہوتا اگر مسلمان اپنی شریعت کے اسرار اور اس کے اندر جو خوش نصیبی اور آسودگی مضمر ہے اسکی طرف دیکھتے اور اس دین حنیف کی روح جن چیزوں کا تقاضا کرتی ہے ان پر عمل کرتے۔ ''اور کہہ دو ان سے تم کام کرتے جاؤ عنقریب ہی اللہ اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے اعمال دیکھیں گے اور تم لوگ عنقریب ہی اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور کھلے ہر کو جانتی ہے اور جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ اسکے متعلق تمہیں خبر دے گی۔

زکوٰۃ الفطر: اللہ تعالیٰ نے روزہ دار پر صدقہ فطر اس لئے فرض کیا ہے کہ جب اس کے روزہ کا انجام ایسی چیز پر ہوگا تو اس کا خاتمہ کستوری کی مانند ہوگا۔ یہ ہر انسان کو خود اپنے نفس کی طرف سے اپنے اہل وعیال کی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے جس کا خرچ اس پر واجب ہوتا ہے۔ ہر وجود سے گندم، کھجور یا آٹے وغیرہ سے ہے یا دو قدح نکالنا چاہئے۔ قسم جتنی اچھی ہوگی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اور فقیر اور نادار کی خوشی اتنی ہی عام ہوگی۔ صدقہ فطر اپنے اندر بہت بلند اور بزرگ معنی رکھتا ہے۔ اس میں اللہ کے روزہ کی توفیق عطا کرنے کا شکر بھی ہے۔ اس سے مفلس کے دل میں خوشی داخل ہوتی ہے۔ اور تمام مسلمانوں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے لوگ عید کے روز خوشی خوشی مسرور سینوں اور ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ اٹھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بغیر کسی تنگی وغم یا حاجت کا احساس کئے شادان وفرحان عید الفطر ادا کرتے ہیں۔ اس طرح شارع علیہ السلام کا مقصود پورا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہری وباطنی ہر لحاظ سے عید ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر کو بالکل آسان اور سہل بنایا ہے جس کا نکالنا کسی پر گراں نہیں گزرتا۔

اور جس میں اللہ کے حکم کی پیروی انسان کے لیے مشکل نہیں ہوتی۔ اس کے قلیل مقدار میں پھرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے نکالتی ہے اور ان کا صدقہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ بھوکوں مرنیوالے فقر اور فاقہ کش یتیموں اور نادار وقلاش مسکینوں کو مسرت اور فرحت سے پوری طرح لطف اندوز کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ صدقہ فطر روزوں کی بہت بڑی خوبیوں سے ایک خوبی ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کی خوبیوں میں سے بھی ایک خوبی ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی یا کنجوسی یا کارِ خیر سے اپنے آپ کو

بلند تر قرار دینے کی وجہ اس کے نکالنے میں سستی کرے اور حال یہ ہے کہ جو شخص صدقہ فطر کے ادا کرنے کی نعمت سے محروم ہوا وہ ایک ایسی بڑی بھلائی سے محروم ہوا جس کا بدل اسکے بس میں نہیں اور جس نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی اس نے اپنے روزوں کے عظیم الشان محل کا ایک بہت بڑا استون گرا دیا۔ اور وہ اس قابل ہے کہ اسے بخل خود غرضی خود پسندی سنگدلی اور کڑپن اور کند ذہن ہونے سے متصف کیا جائے۔ اور کبھی کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا جو اپنے لئے ان صفات سے متصف ہونے پر رضا مند ہو جائے۔ اور صدقہ فطر جیسی سہل چیز سے بخل برت کر جو اس کے مسلمان بھائیوں کے لیے فرحت بخش ہے اجر اور ثواب سے محروم ہو جائے۔ اب ہم اس مبارک صدقہ فطر کے بارے میں کچھ قصوص کا ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر خواہ وہ غلام ہو یا آزاد چھوٹا ہو یا بڑا۔ مرد ہو یا عورت، کھجور یا جو سے ایک صاع صدقہ فطر ضروری قرار دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ لوگوں نے گندم کے نصف کو کھجور اور جو کے ایک صاع کے برابر قرار دیا اور ابن عمر کھجور ہی دیا کرتے تھے۔ لیکن جب مدینہ والوں کے یہاں کھجور کی قلت ہوئی تو آپ نے جو دے دیئے۔

۲۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں اس بات کی منادی کرنے کے لیے ایک منادی کرنے والے کو بھیجا یاد رکھو ہر مسلمان پر صدقہ فطر لازم ہے۔ خواہ مرد یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ چھوٹا ہو یا بڑا گندم سے دو مد یا اس کے علاوہ اشیائے خوردنی سے ایک صاع۔

۳۔ نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمر صدقہ فطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد سے ہی دیا کرتے تھے۔ یہ ہیں وہ جلیل القدر روایات جو صدقہ فطر کے واجب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔ بخدا کہ اس صدقہ سے نکالنے والے اور لینے والے (دونوں کے لئے) بے شمار فوائد اور بے حدود حساب منافع ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ رمضان

زین احمد

شعبان کے آخری روز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو جمع کر کے رمضان المبارک کے فضائل کے بارے میں ایک جامع لیکن مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا۔

ترجمہ: لوگو! ایک بہت بڑے اور بابرکت مہینے نے اپنے سایہ رحمت کے نیچے تمہیں لے لیا ہے۔ اس مہینے کی ایک رات ایسی ہے جو اپنے فضائل و برکات کے حساب سے ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں۔ اور رات کے قیام و نماز (تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں جس کسی نے نفل عبادت کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کیا۔ اسکا اجر و ثواب ایسا ہی ہو گا جیسا کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں فرض ہوتا ہے۔ اور جس کسی نے اس مہینے میں فرض عبادات ادا کیں اسکا اجر و ثواب اسی قدر ہو گا جس قدر کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر مرتبہ ادائیگی فرض کا ہوتا ہے۔ اور یہ صبر و برداشت کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اللہ کے ہاں جنت ہے۔ یہ مہینہ ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک اور احسان و مروت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کسی نے اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرایا۔ تو یہ عمل اسکے گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہو گا۔ اور روزہ افطار کرانے والے کو ویسا ہی روزے کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ خود رکھنے والے کو بغیر اسکے کہ روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے۔

ایک شخص (صحابیؓ) نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر شخص اسکی استطاعت نہیں رکھتا کہ روزہ افطار کرا سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہی ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو روزہ دار کا روزہ ایک کھجور یا دودھ یا پانی کے ایک گھونٹ سے بھی افطار کرائے۔ البتہ جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا یہ اسکے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہو گا اور اسے اسکا پروردگار میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا جس کے بعد اسے کبھی بھی بھوک پیاس نہیں ستائے گی۔ اس مہینے کا پہلا عشرہ موجب رحمت الٰہی اور درمیان کا موجب مغفرت الٰہی ہے اور آخری عشرہ عذاب جہنم سے نجات کا موجب ہوتا ہے۔ جس کسی نے اس مہینہ میں اپنے غلام کی محنت و مشقت میں تخفیف کر دی۔ اللہ تعالیٰ اسکے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور دوزخ سے نجات دے گا۔

اس مہینہ میں چار عمل تمہیں کثرت سے کرنے چاہئیں۔ جن میں سے دو ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے اپنے رب کو راضی کر سکو گے اور دو ایسے ہیں کہ تم ان سے کسی حالت میں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ جن دو اعمال سے اللہ

تعالیٰ راضی ہوگا۔ ایک تو اس بات کی شہادت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور دوسرے یہ کہ تم اپنے گناہوں مغفرت طلب کرو۔ وہ دو کام جن کے تم ہر حال میں محتاج ہو، ایک تو یہ ہے کہ تم اپنے رب سے جنت طلب کرو۔ اور دوسرے یہ کہ دوزخ سے پناہ مانگو۔

گلہائے عقیدت

چراغ احسن حسرت

افسانہ حیات کا عنوان تمہیں تو ہو
مسند نشین محفل امکان تمہیں تو ہو

روشن ہے جس کے دم سے شبستان کائنات
اس شمعِ سرمدی میں فیروزاں تمہیں تو ہو

یہ جلوۂ نجوم و کواکب تمہیں سے ہے
پردے میں مہر و ماہ کے درخشاں تمہیں تو ہو

جس دردِ لاعلاج سے دنیا ہے مضطرب
اس دردِ لاعلاج کا درماں تمہیں تو ہو

دریا میں موج، موج میں رفعت کا ولولہ
اس سارے کاروبار کا ساماں تمہیں تو ہو

آخری موقع

کیا قرآن اللہ کا کلام ہے؟

جناب اورنگزیب انور علی خان

1969ء میں انسان نے چاند پر پہلا قدم لیا۔ یہ اس صدی کا سب سے اہم واقعہ تھا۔ ہم سب کو انسان ہونے کے ناطے اس بات پر فخر تھا۔ آج چاند، کل مریخ اور کون جانے اس کے بعد کہاں۔ اس دن جب ہمارے بدن فخر سے تنے ہوئے تھے ذرا سوچئے کہ اگر آپ کے پاس ایک شخص آتا اور آپ سے کہتا ''یہ سب ایک مذاق ہے؛ چاند پہ کوئی نہیں اترا'' تو آپ کا کیا ردعمل ہوتا؟ تم پاگل تو نہیں ہو؟ غالباً آپ کا جواب ہوتا مگر پھر کچھ سوچ کے آپ کہتے ''دیکھو، چاند پر انسان کا اترنا TV پہ دکھایا گیا، خلاباز چاند سے پتھر لائے ہیں، NASA کے پاس چاند پر اترنے کی صلاحیت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس شخص کا جواب ہوتا TV پہ جھوٹی فلمیں دکھائی گئی ہیں۔ چاند کے پتھر کہیں سے بھی آسکتے ہیں، خلابازوں کو جھوٹ بولنے کے پیسے دیئے گئے ہیں اور NASA بھی اس مذاق میں شامل ہے۔ کیا ہم اس کو اس کے نہ ماننے پہ کوئی الزام دے سکتے ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ایسے ایسے کمالات دکھائے ہیں جو چاند پر اترنے سے کم نہیں، مگر وہ محض نظر کا دھوکہ ہوتے ہیں۔ کرس اینجل (Cris Angel)، ڈیوڈ بلین David Blane) اور ان کے جیسے سینکڑوں لوگوں نے ایسے کمالات دکھائے ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ آپ نے ان کو دیواروں پہ چلتے دیکھا ہوگا، ایک عمارت کی چھت سے دوسری عمارت کی چھت پہ ہوا میں معلق ہو کر جاتے دیکھا ہوگا۔ ان میں سے ایک نے تو ہزاروں لوگوں کی نظروں کے سامنے سپیس شٹل (Space Shuttle) ہی غائب کر دی تھی اور کرس اینجل نے تو عورت کے دو ٹکڑے کر دیئے، دونوں ٹکڑے زندہ تھے اور نچلا حصہ ایک طرف کو بھاگ نکلا۔ اسی طرح کے کمالات یہ لوگ روزانہ دکھاتے ہیں وہ بھی ہزاروں شاہدین کی موجودگی میں۔ پھر بھی ہم سب جانتے ہیں کہ یہ محض نظر کا دھوکہ ہیں تو کیا آپ اس کی بات مان لیتے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اس کا جواب ان چھپے ہوئے اصولوں میں پوشیدہ ہے جو ہمیں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اصول جیسے، کیا جو کمال دکھایا گیا ہے اس کے سائنسی ثبوت ہیں؟ جو بھی کمال دکھایا گیا ہے اس کی تاریخ میں کون کون سے عوامل کارفرما ہیں؟ جو لوگ اس کمال کے ذمہ دار ہیں کیا وہ لوگ سچے اور ایماندار لوگ ہیں؟ آیا کوئی ذاتی مفاد اس کمال میں کارفرما ہے؟ وغیرہ۔ چاند پر اترنے کا واقعہ ان تمام اصولوں پہ پورا اترتا ہے۔ مگر باقی کمالات کوئی سائنسی ثبوت دینے کے قابل نہیں ہیں۔ جنہوں نے یہ کمالات دکھائے ہیں وہ خود مانتے ہیں کہ یہ سب محض نظر کا دھوکہ ہیں، ذاتی مفاد کا عمل دخل ہے اور ان کمالات کے پیچھے واقعات کا کوئی ایسا تسلسل نہیں جو ان کی سچائی کی تصدیق کر

سکے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو کہ محمد ﷺ پہ نازل کیا گیا۔ آیئے اس جملے کی صداقت کو ان چھپے ہوئے اصولوں پہ پرکھتے ہیں جو کسی بھی کمال کے جھوٹ یا سچائی کے تعین میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

اس شخص کی سچائی اور کردار جس پہ قرآن نازل ہوا: قرآن ایک عام، ان پڑھ انسان پہ نازل ہوا، جو کہ بکریاں چرا کر زندگی گزار رہا تھا۔ اللہ نے اس شخص کا انتخاب کیوں کیا جب کہ وہ کسی بھی ایماندار طاقتور رئیس کا انتخاب کر سکتا تھا؟ اس بات کا جواب یہ ہے کہ محمد ﷺ تمام خلائق میں بہترین ہیں چاہے وہ زمین میں ہوں یا آسمانوں میں جیسے جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کے کردار کو جانتے جائیں گے، اس بات کی صداقت کا ثبوت آپ کو ملتا جائے گا۔ اگر ہم محمد ﷺ کی نزول قرآن سے پہلے کی زندگی اور نزول کے بعد کی زندگی کا موازنہ کریں تو ہمیں اس بات کا فوراً اندازہ ہو جائے گا۔ محمد ﷺ نے کسی دنیاوی لالچ کے تحت نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ محمد ﷺ نے ایک تکلیف دہ زندگی گزاری، اس حقیقت کے باوجود کہ حکومت کے خزانوں کا اختیار ان کے ہاتھ میں تھا اور عرب دنیا کا بیشتر حصہ ان کی زندگی کے دوران ہی اسلام کے دائرے میں آ چکا تھا۔ حضرت عائشہ، رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ نے اپنے بھانجے سے فرمایا: ''اے میرے بھانجے، بعض دفعہ تو ہم دو مہینوں میں تین چاند گزار لیتے بغیر چولہا جلے۔'' بھانجے نے پوچھا: ''خالہ آپ لوگ زندہ کیسے رہے؟'' حضرت عائشہ نے فرمایا: ''دو کالی چیزوں پہ، ایک پانی اور دوسری کھجور، رسول اللہ ﷺ کے چند انصار پڑوسی تھے جن کی دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں وہ ہمیں ان کا تھوڑا بہت دودھ بھجوا دیتے۔ (بخاری) سہال ابن سعید، ایک صحابی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صاف، سفید آٹے کی شکل تک اپنی نبوت سے اپنی وفات تک نہیں دیکھی۔'' (بخاری)۔ امر ابن حارث، ایک صحابی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد صرف ایک خچر، اپنے ہتھیار اور ایک زمین کے ٹکڑے کے علاوہ (جو انہوں نے خیرات میں دے دیا تھا) کچھ نہیں چھوڑا۔ (بخاری)۔

بچپن ہی سے محمد ﷺ اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کے مثالی کردار میں سچائی اور امانت دار خصوصی طور پر نمایاں تھے اور لوگ ان کو صادق اور امین کے القاب سے پکارتے تھے۔ رسول ﷺ جو کہتے تھے، وہ کرتے بھی تھے۔ کوئی چیز ان کو ان کے اصولوں سے نہیں پھیر سکتی تھی۔ جب اللہ نے ان کو اسلام کے اعلان کا حکم دیا تو محمد ﷺ ایک چھوٹی سے پہاڑی پہ چڑھے اور لوگوں سے فرمایا: اگر میں تم لوگوں سے کہوں کہ پہاڑی کی دوسری طرف ایک فوج تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑی ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟'' لوگوں نے کہا ''کیوں نہیں تم تو صادق ہو اور تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا'' اس موقع پہ رسول ﷺ نے اسلام کی آمد اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتا ہے کہ رسول ﷺ کی زندگی اور ان کی شخصیت ایک بہترین نمونہ ہے۔ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ رسول ﷺ سے متعلق جو باتیں آگے بیان کی جا رہی ہیں وہ

ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ کیوں ان کو دنیا کا ہر انسان اللہ کی بہترین تخلیق قرار دیتا ہے۔ رسول ﷺ کے وہ احکامات جو حقوق العباد سے متعلق ہیں آنے والے ابواب میں بیان کیئے گئے ہیں۔

محمد ﷺ فرماتے ہیں: نہ تو کسی عرب کو کسی غیر عرب پہ، نہ تو کسی گورے کو کالے پہ اور نہ کالے کو گورے پہ برتری ہے، علاوہ اس کے کہ ان میں تقویٰ کسی میں زیادہ ہے۔'' (بخاری)۔ آپؐ نے رحمدلی پہ ان الفاظ میں زور دیا: ''جو زمین پہ ہیں تم ان پر رحم کرو، وہ جو آسمانوں میں ہے تم پہ رحم کرے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی) آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ جو دوسروں پہ رحم نہیں کرتے اللہ ان پہ رحم نہیں کرتا۔ (بخاری، مسلم)۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ تم میں بہترین وہ ہیں جو دوسروں کے لئے بھلائی کا ذریعہ ہوں۔ (بخاری)۔

فتح مکہ کے بعد رسول ﷺ نے کفار کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ وہ کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ تو ہمارے مہربان بھائی ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں، تم سب جا سکتے ہو، تم آزاد ہو۔ ایک روز محمد ﷺ ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ ایک کافر آیا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' وہ کافر بولا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''میرا اللہ۔'' یہ سنتے ہی کافر کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے تلوار نیام میں ڈال لی اور خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اسی اثناء میں صحابہ کرام بھی پہنچ گئے اور رسول ﷺ نے ان سے تمام واقع بیان کیا۔ انہوں (ﷺ) نے کافر کو کچھ نہ کہا اور اسے جانے دیا۔ (بخاری)۔

محمد ﷺ نے ایک واقعہ صحابہ کرام کو سنایا: ''ایک آدمی ایک کنوئیں میں اترا اور جی بھر کے پانی پیا۔ جب وہ اوپر آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کتا گیلی زمین چاٹ رہا ہے۔ وہ آدمی کنوئیں میں دوبارہ اترا اور مشکیزہ اپنے دانتوں میں پکڑ کر اوپر آیا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اللہ کو اس کی یہ رحمدلی بہت پسند آئی اور اس آدمی کے تمام گناہ بخش دیئے۔'' کسی نے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ بھی رحمدلی کرنے کا ثواب ملتا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہر زندہ چیز سے رحمدلی کرنے کا ثواب ہے۔'' (بخاری، مسلم)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تم پر لازم کر دیا ہے کہ تم ہر زندہ چیز کے ساتھ رحمدلی سے پیش آؤ۔ اگر کسی کسی جانور کو مارنا ہی پڑ جائے تو اسے اس طرح مارو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو، اگر کسی جانور کی قربانی کرنی ہو تو اس طرح کرو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو، چھری تیز کر لیا کرو تاکہ قربانی کا عمل جلد سے جلد مکمل ہو اور جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔ (مسلم)۔

مشرکین کے امراء رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ ہم تمہیں ہر طرح کی دولت اور آسائش دینے کو تیار ہیں۔ ہم تمہیں تمہاری مرضی کی بادشاہت بھی دینے کو تیار ہیں، بس ان چیزوں کے بدلے تم

اسلام کا نام لینا چھوڑ دو اور ہم میں سے ہو جاؤ۔" آپ نے فرمایا: مجھے میرے رب کی قسم، اگر تم میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دو اور بائیں ہاتھ میں چاند تو بھی میں اللہ کے راستے سے نہیں ہٹوں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام زندگی بحیثیت نبی کے کفار اور مشرکین کے ہاتھوں تکلیف اور پریشانیاں اٹھائیں۔ جب ہر طرح کی لالچ ناکام ہوگئی تو کفار نے ان کو ذہنی اور جسمانی تکالیف دینا شروع کی دیں۔ ایک بار انہوں نے ایک انتہائی بھاری پتھر سے جسے بمشکل اٹھایا جاسکتا تھا، آپ کا سر مبارک کچلنے کی کوشش کی۔ پھر انہوں نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی۔ وہ آپؐ پر خوب ہنسے جب ایک مشرک نے آپؐ پہ ایک جانور کے اندرونی اجزاء اس وقت رکھ دیئے جب آپ سجدے میں تھے۔ آپؐ پر کچرا پھینکتے اور آپؐ کی راہ میں کانٹے بکھیرتے۔ محمد ﷺ کی زندگی ہر وقت خطرے میں ہوتی۔ جب وہ کہیں جا رہے ہوتے تو صحابہ کرام ان کو اپنے جسموں کے دائرے کے اندر رکھتے تاکہ وہ دشمنوں کے چلائے ہوئے تیروں سے محفوظ رہیں۔ آپؐ نے اس پر خطر اور فاقوں سے بھری زندگی کو تو قبول کیا مگر عیش و آسائش کی زندگی جو کفار ان کو دینا چاہتے تھے، قبول نہ کیا۔ وہ ایک مفلس انسان تھے جو کہ دو وقت کی روٹی بھی اپنے اہل خانہ کو نہ کھلا سکتے تھے۔ ایک روز انہیں ایک کیڑا لگی ہوئی کھجور ملی۔ وہ اسے کھانے لگے تو ایک صحابی نے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کیڑا لگی ہوئی کھجور کھائیں گے؟" آپؐ نے فرمایا: آج چوتھا روز ہے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا، بس میرے پاس یہی کچھ ہے۔" (بخاری) اس انتہائی غربت کے باوجود آپؐ نے کفار اور مشرکین سے کچھ نہ چاہا، اس کے علاوہ کہ وہ راہ پر آجائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا: ابوذر کیا تو احد پہاڑ کو دیکھتا ہے؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس پہاڑ جتنا سونا ہو: اگر ہوتا تو میں سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا اور صرف تین اشرفیاں اپنے پاس رکھتا۔ وہ جو دولت جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں، بے وقوف ہیں۔ (بخاری)۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے کھجور کی کھال کے بستر پہ لیٹے ہوئے تھے کہ چند صحابی آئے۔ انہوں نے آپؐ کے جسم پہ بستر کے نشانات دیکھے تو خواہش ظاہر کی کہ ان کے لیے ایک نیا اور آرام دہ بستر لے آئیں۔ آپؐ نے انہیں منع کیا اور فرمایا: "میں صرف ایک گھوڑا سوار کی طرح ہوں جو تھوڑی دیر کو ستانے کے لیے ایک درخت کے سایہ میں رُکا ہو، پھر جلد ہی اپنے سفر پہ روانہ ہو جائے، درخت کو پیچھے چھوڑتا ہوا۔" (بخاری)۔

ایک صحابی کے پاس ایک مہمان اچانک آ گئے۔ ان صحابی کے پاس انہیں پیش کرنے کے لئے چند ٹکڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ کھانا آنے سے چند لمحے پہلے صحابی نے بہانے سے دیا بجھا دیا۔ دیا اس وقت تک بجھا رہا جب تک کہ کھانا جاری رہا۔ صحابی کے مہمان کھاتے رہے اور صحابی صرف ایسے بنتے رہے جیسے کھا رہے ہوں۔ (بخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دین میں سب سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور جو اپنی بیوی سے عمدہ سلوک

کرے۔ (ابن ماجاح)۔ رسول اللہ ﷺ بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑوں کی درستگی خود فرماتے، اپنے جوتے خود ٹھیک کرتے، گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے اور غریب اور بیماروں کی عیادت کو جاتے۔ وہ جب کبھی ہاتھ ملاتے پہلے ہاتھ کھینچنے والے نہ ہوتے۔ وہ پوری توجہ سے دوسرے کی بات سنتے اور اپنا منہ دوسری طرف نہ پھیرتے۔ وہ مجلس میں کسی نمایاں مقام پہ تشریف نہ رکھتے۔ انہیں یہ بات سخت ناپسند تھی کہ لوگ ان کے ادب میں کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ صحابہ کرام کے ساتھ کہیں جا رہے ہوتے تو یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کون ہیں۔ (بخاری)۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ خوراک کے ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ڈھیر کے اندر تک انگلی پہنچا دی اور اسے اندر سے گیلا پایا۔ تاجر نے کہا کہ رات کو بارش کی وجہ سے خوراک اندر سے گیلی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں چاہیے تھا کہ گیلی خوراک کو اوپر رکھتے تاکہ گاہک کو معلوم ہوتا کہ وہ کیا خرید رہا ہے۔ جو بے ایمانی کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔" (بخاری)

مذہبی کتابیں جو رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی آمد کی خبر دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ہر قوم کے پاس پیغمبر بھیجا ہے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ ہے۔ بعض پیغمبران پہ آسمانی کتابیں بھی نازل ہوئیں۔ قرآن کریم کے علاوہ جو تین آسمانی کتابیں جانی پہچانی ہیں وہ توراۃ، جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی، انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی اور زبور جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ قرآن مسلمانوں کو ان آسمانی کتابوں پر اور اللہ کے تمام نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور نبیوں میں تفریق کرنے سے منع کرتا ہے۔ اسی لئے مسلمان اللہ کی ان کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں مگر ان کی موجودہ حالت کو رد کرتے ہیں، چونکہ ان میں انسان نے اپنی مرضی کے مطابق رد و بدل کی اور انہیں اللہ کا کلام نہیں چھوڑا۔ اس بات کا ثبوت سینکڑوں کتابوں میں موجود ہے اور کئی مسلم علماء جیسے احمد دیدات اور ڈاکٹر ذاکر نایک نے اس بات کی ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں ثابت بھی کیا ہے۔ ان کی تقاریر باآسانی کسی بھی اسلامی ادارے سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مگر قرآن کریم اس روز سے جس دن پہلی بار نازل ہوا تھا، اسی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خود اس کلام کی حفاظت کرے گا۔ قرآن کریم کا آج تک ایک لفظ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ اس بات کا ثبوت بھی بے پناہ کتب اور ویڈیو پہ دستیاب ہے۔

تبدیلیوں کے باوجود دوسرے مذاہب کی کتب میں آج بھی ایسا مواد موجود ہے جو اسلام کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل دیتا ہے۔ جیسے ہندوؤں کی سب سے مقدس کتاب "ویداس" رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ان کے نام قبیلہ وغیرہ کی انتہائی تفصیل سے بات کرتی ہے۔ وہ یہ بھی درست طور پہ بتاتی ہے کہ قرآن کا نزول ایک غار میں ہوگا اور محمد ﷺ ہجرت کر کے مدینہ جائیں گے۔ اسی طرح کی اور بہت سی حیران کن پیشگوئیاں ویداس میں موجود ہیں۔

جشنِ بیچارگی

جناب احسان بن دانش

ہے داغِ دل اِک شام سیہ پوش کا منظر
تھا ظلمتِ خاموش میں شہزادۂ خاور
عالم میں مچلنے ہی کو تھے رات کے گیسو
انوار کے شانوں پہ تھے ظلمات کے گیسو

یہ وقت اور اِک دخترِ مزدور کی رخصت
واللہ قیامت تھی، قیامت تھی، قیامت

نوشاہ کا جو سر پہ تھا باندھے ہوئے سہرا
بھرپور جوانی میں تھا اُترا ہوا چہرا
اندوہ ٹپکتا تھا بشاشت کی نظر سے
مرجھائے سے رخسار تھے فاقوں کے اثر سے
کرتا بھی پرانا سا تھا، پگڑی بھی پُرانی
مجبور تھی قسمت کے شکنجوں میں جوانی
نوشہ کے جو ساتھ آئے تھے دوچار براتی
ہر اک کی جبیں سے تھی عیاں نیک صفاتی
توقیر کے اُلفت کے، شرافت کے مرقعے
ایثار کے، ایمان کے غیرت کے مرقعے
ہمراہ نفیری تھی، نہ باجا تھا، نہ تاشا
آنکھوں میں تھا بے مہری عالم کا تماشا

مجمع تھا یہ جس خستہ و افسردہ مکاں پر
تھا بھیس میں شادی کے وہاں عالمِ محشر

دالان تھا گونجا ہوا رونے کی صدا سے
اک درد ٹپکتا تھا عرقناک ہوا سے
اماں کی تھی بیٹی کی جدائی سے یہ حالت
چیخوں میں ڈھلے جاتے تھے جذبات محبت
تھا باپ کا یہ حال کہ اندوہ کا مارا
اُٹھتا تھا تو دیوار کا لیتا تھا سہارا
وہ آپ کہیں اور تھا، جاں اور کہیں تھی
سینے میں کوئی شے تھی جو قابو میں نہیں تھی
افلاس کے آرے جو جگر کاٹ رہے تھے
ارمان سب اپنا ہی لہو چاٹ رہے تھے

لڑکی کا یہ عالم تھا کہ آپے کو سمیٹے
گُڑیا سی بنی بیٹھی تھی چادر کو لپیٹے

تھی پاؤں میں پازیب، نہ پیشانی پہ ٹیکا
اس خاکہ افلاس کا ہر رنگ تھا پھیکا
انصافِ زمانہ تھا، کہ تقدیر کا چکر
ماں باپ کو آیا نہ تھا، جوڑا بھی میسر
یوں کہنے کو دولہن تھی، یہ مزدور کی دختر
اماں کا دوپٹہ تھا تو ابا کی تھی چادر

آخر نہ رہا باپ کو جذبات پہ قابو
ملنے لگے خود ہونٹ، ٹپکنے لگے آنسو

کہنے لگا نوشہ سے کہ اے جانِ پدر سن ! اے وجہ سکوں، لخت جگر، نورِ نظر سن !
گرچہ مری نظروں میں ہے تاریک خدائی حاضر ہے مری عمر کی معصوم کمائی
کی لاکھ مگرایک بھی کام آئی نہ تدبیر مجبور ہوں مجبور، یہ تقدیر ہے تقدیر !
لیکن اسے ایمان کی دولت ہی بہت ہے لڑکی کے لئے چادر عصمت ہی بہت ہے
اس سانولے چہرے میں تقدس کی ضیا ہے یہ پیکر عفت ہے، یہ فانوس حیا ہے !
اس کے لیے چکی بھی نئی چیز نہیں ہے بیٹی ہے مری، دختر پرویز نہیں ہے!
غربت میں یہ پیدا ہوئی غربت میں پلی ہے! خود داری و تہذیب کے سانچے میں ڈھلی ہے!!
زنہار یہ زیور کی تمنا نہ کرے گی! ایسا نہ کرے گی، کبھی ایسا نہ کرے گی !!
قسمت کی شکایت اسے کرنا نہیں آتا، ادراک کی سرحد سے گزرنا نہیں آتا
ہے صبر کی خوگر، اسے فاقوں کی ہے عادت ماں باپ سے پائی ہے وراثت میں قناعت

اس کی بھی خوشی ہو گی، تمہاری جو رضا ہو
تم اس کے لیے دوسرے درجے پہ خدا ہو

پھر آ کے یہ بیٹی سے کہا، نرم زباں سے بچی مری رخصت ہے تو اب باپ سے ماں سے
اُمید ہے ہر بات کا احساس رہیگا ماں باپ کی عزت کا تجھے پاس رہیگا
آلام میں، کلفت میں وفادار ہی رہنا! آئے جو قیامت بھی تو ہنس کھیل کے سہنا

دل توڑ نہ دینا کہ خدا ساتھ ہے بیٹی
لاج اس مری داڑھی کی ترے ہاتھ ہے بیٹی

آیا جو نظر مجھ کو یہ جاں کاہ نظارا احسان نہ آنکھوں کو رہا ضبط کا یارا

تننے لگی ہر سانس مری سوزِ نہاں سے
اتنا ہے مجھے یاد کہ نکلا یہ زباں سے

اے خالق کونین، یہ تو نے بھی سنا ہے دُنیا کو گماں ہے کہ غریبوں کا خدا ہے !
تو جن کا خدا اُن کا ہو گردش میں ستارا ! کیا تیرے کرم کو یہ ستم بھی ہے گوارا ؟
کس طرح نہ ہو دل کو بھلا رنج و محن دیکھ؟ مزدور کے اس زندہ جنازے کا کفن دیکھ!

احساس کبھی دل سے جدا ہو نہیں سکتا
انسان ہے انسان خدا ہو نہیں سکتا

اُوفا

ایک نایاب تحقیق برطانوی سکے پر کلمہ طیبہ

صبا صادق

[از۔ فیملی میگزین]

کیا آپ اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ برطانوی تاریخ میں ایک ایسا سکہ بھی تیار کیا گیا جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا۔ جی ہاں! ایسا اب سے کوئی ایک ہزار تین سو سال پہلے ہو چکا ہے۔ یہ اہم سکہ اب بھی برٹش میوزیم کی زینت اور بہت کچھ سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ عربی آیت کا حامل سکہ کیوں جاری ہوا؟ اس سوال کا جواب تو کسی کے پاس نہیں اور شاید کسی نے اسے کھوجنے کی کوشش بھی نہیں کی ہوگی۔

اس حوالے سے جو معلومات سامنے آتی ہیں ان کے مطابق سکے کو انگلستان کے ایک انتہائی باا ثر بادشاہ اوفا ریکس نے تیار کرایا تھا۔ دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے اپنے ۱۹۷۴ء کے ایڈیشن میں لکھا کہ شاہ اوفا ابتدائی اینگلو سیکسن انگلستان کا سب سے طاقتور بادشاہ تھا۔

جن دنوں انگلستان الگ الگ ریاستوں میں منقسم تھا اس دور میں وسطی انگلستان میں مرسیہ (Mercia) نام کی ایک ریاست تھی۔ اوفا نے یہیں آنکھ کھولی۔ اس کی تاریخ پیدائش تو معلوم نہیں مگر وہ ۷۵۷ء سے اپنی وفات جولائی ۷۹۶ء تک مرسیہ کا حکمران رہا۔ اس کے والد کا نام Thingfrith تھا جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

ریاست مرسیہ کو ایک زمانے میں طویل خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں اوفا کا کزن بادشاہ Aethelbana (جو ۷۱۶ء سے ۷۵۷ء تک تخت نشین رہا) اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کی موت کے بعد اوفا ریکس نے متحارب گروہوں پر قابو پایا اور عنان اقتدار سنبھال کر ایک مضبوط حکومت کی بنیاد ڈالی۔

تخت نشین ہونے کے بعد اوفا کی اولین ترجیح وسطی قبائل جن میں Hwiee اور Magnosaeta شامل تھے انہیں ریاست مرسیہ کے جھنڈے تلے جمع کرنا تھا۔ ۷۶۲ء میں مرسیہ کی ہمسایہ ریاست کینٹ (Kent) بھی اوفا کے زیر نگیں آ گئی۔ قبل ازیں کینٹ کے سیاسی حالات بھی شدید ابتری کا شکار تھے جس کا فائدہ اوفا کو پہنچا۔

۷۷۱ء میں اوفا نے ایک اور ریاست سسکس (Sussex) کو بھی اپنی سلطنت کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ یوں اوفا کی بے پناہ حکمت عملی کے نتیجے میں پورا علاقہ مرسیہ کے تابع فرمان ہو گیا۔ ۷۸۰ء کے

عشرے تک اوفا کا اقتدار جنوبی انگلستان کے بیشتر علاقوں پر قائم ہو گیا تھا۔ اوفا کی ایک بیٹی (Eadburh) کی شادی ویسکس (Wessex) کے حاکم Beorhtric سے ہوئی جس سے اوفا کا اثر و سوخ جنوب مشرقی علاقے تک پھیل گیا۔

اوفا نے ۷۹۴ء میں مشرقی اینگلیا کے حکمران AethelberthII کو شکست دے کر اس علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ یوں اس نے ایک ایسی متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی جس میں Anglia, Kent, Wessex, Esssex, Surrey, Sussex, Eaat, Mercla, Lindesy کی ریاستیں شامل تھیں۔ جبکہ کئی ریاستیں اس کی باجگزار تھیں۔

برطانوی سکوں کی تاریخ میں اوفا دور کے سکوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ بعض سکوں پر اس کی اہلیہ Cynethryth کی شبیہ بھی ہے۔ یوں وہ واحد اینگلوسیکسن ملکہ ہے جس کی تصویر سکوں پر پہلی بار کندہ ہوئی۔ برطانوی سکے Penny کا آغاز اوفا ہی نے کیا تھا۔ اس طرح برطانوی تاریخ میں پہلی بار سونے کے سکے کے اجراء کا سہرا بھی اوفا کے سر ہے۔ سونے کا یہ سکہ ان دیناروں کی نقل ہے جو آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان ملکوں میں چلتے تھے۔

سونے کے اس سکے کے بارے میں اب تک جو تھوڑی بہت معلومات سامنے آسکی ہیں ان کے مطابق اسے Kent میں ڈھالا گیا تھا۔ مسلمان خلیفہ منصور نے ۱۵۷ء ہجری بمطابق ۷۷۴ء کو ایک طلائی دینار جاری کیا۔ اوفا کا سکہ اسی دور میں وجود میں آیا اور عین اسی انداز کا تھا۔ سرسری نظر ڈالنے سے دونوں ایک ہی لگتے ہیں۔ البتہ اوفا کے سکے پر خطاطی کا معیار خلیفہ منصور کے دینار سے کم ہے۔ اس کی وجہ اوفا کے کاریگروں کے لئے عربی کا اجنبی زبان ہونا تھا۔

سکے پر خط کوفی میں بسم اللہ اور سورۃ اخلاص کندہ ہے۔ سکے کے ایک طرف یہ الفاظ عربی میں کندہ ہیں۔ لاالـہ الـلـه واحده لا شريك لـه ، (ترجمہ: کوئی الہ نہیں سوائے اللہ کے جس کا کوئی شریک نہیں)۔ کنارے پر حضور اکرمؐ کی رسالت کے اقرار کے الفاظ موجود ہیں۔ سکے کی دوسری جانب اوفا کا نام اور اوپر یہ الفاظ ہیں: شروع اللہ کے نام سے یہ دینار سال ۱۵۷ میں تیار ہوا۔''

اہم بات یہ کہ تاریخ ہجری میں لکھی گئی ہے۔ یوں برطانوی سکوں پر اسی سے تاریخ لکھنے کا بھی رواج پڑا تھا۔ اس کے بعد چار سو سال بعد پوس نارمن عہد میں سکوں پر تاریخ کندہ کرنے کا رواج پڑا۔ 20.000 ملی میٹر قطر کے اس سکے کا وزن 4.280 گرام ہے جو اموی دور کے سکوں کے معیاری وزن 4.25 گرام کے مطابق ہے۔

شاہ اوفا ریکس برطانوی تاریخ کا عالی شان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی قوم کو متحد، منظم اور مضبوط بنانے کے علاوہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اپنے علاقے کے گرد دیوار چین کی طرز کی ایک دیوار تعمیر کرائی تھی۔ اس دیوار کی تعمیر سے اس نے اپنے ملک کو آئرش دشمنوں کے حملے سے بچالیا تھا۔

دیوار اوفا (Offa's Dyke) کی لمبائی 125 میل تھی۔ یہ Wye کے علاقے سے شروع ہو کر Dee تک جاتی تھی۔ اس کے جنوبی سرے پر پچیس کلومیٹر کا خلاء یا گیپ ہے۔

اس قدر شاندار خدمات کے حامل بادشاہ کے متعلق یورپی تاریخ کی تمام کتب خاموش ہیں۔ برطانوی تاریخ کی کتب میں بھی اوفا کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ جن کتابوں میں کچھ مواد موجود ہے وہ بھی بہت مختصر اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ صورت حال بڑی معنی خیز، حیران کن اور کئی سوالوں کو جنم دینے والی ہے۔

تمام برطانوی مورخین اس کے چاندی کے سکوں کا ذکر کرتے اور انہیں اہمیت دیتے ہیں مگر اس کے سونے کے سکے سے بے اعتنائی سمجھ سے بالاتر ہے حالانکہ اس سے پہلے کبھی سونے کا یہاں سکہ جاری نہ ہوا تھا۔ یہ دنیا کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد سکہ ہے۔ یورپی اور برطانوی مورخین نے اس سکے کو جس طرح نظر انداز کیا ہے وہ بڑا معنی خیز اور پراسرار ہے۔ حد تو یہ ہے کہ برٹش میوزیم میں اسے بھی غیر نمایاں جگہ پر رکھا گیا ہے۔

انگلستان کے جدید سکوں اور مضبوط نظام متعارف کرانے والے ایک مضبوط بادشاہ کے متعلق اس قدر بے اعتنائی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تمام ویب سائٹوں پر بھی اوفا کے بارے میں نامکمل سی تحریریں موجود ہیں۔ ویب سائٹ میں جہاں کہیں برطانوی سکوں کی تاریخ کا تذکرہ ہے وہاں اوفا دور کی Penny کا ذکر اس قسم کے الفاظ میں ملتا ہے۔ The origins of sterling lie in the reign of King Offa of Mercia, who introduced the silver penny ہے۔

اس طرح اوفا کے سونے کے سکے کا عموماً وہ حصہ دکھایا جاتا ہے۔ جس پر آیت واضح نہیں ہے۔ یہ سب باتیں چغلی کھاتی ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اوفا نے اسلام قبول کرلیا ہو۔ ایک عرب مورخ ابن الکلبی (۷۳۷ءتا ۸۱۹ء) کا تو خیال ہے کہ اوفا نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ الکلبی کا بیان ہے کہ ہوسکتا ہے اوفا ہسپانیہ گئے ہوں اور مسلم ثقافت یا مذہب سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اوفا کے دور میں ان کا ہسپانیہ یا بغداد کے عباسی خلیفہ سے کسی قسم کا امن معاہدہ نہ ہوا تھا کیونکہ انہیں مسلم ریاستوں سے کوئی خطرہ نہ تھا۔

تاریخ کے مطالعے سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اوفا کے مرکزی چرچ سے تعلقات کشیدہ تھے۔ بالخصوص اس کے Jaenaberht آرچ بشپ آف کنٹربری سے اختلافات کا اعتراف ''وکیپڈیا'' پر موجود مضمون

میں بھی کیا گیا ہے۔ اسی اختلاف کا نتیجہ تھا کہ اوفا نے اس مذہبی ادارے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس طرح اوفا کے بشپ آف وورچسٹر سے بھی اختلافات تھے جنہیں ۷۸۱ء میں کونسل آف برینٹ فورڈ میں دور کیا گیا۔

سکہ پہلی بار ۱۸۴۱ء میں روم میں سامنے آیا اور ۱۹۲۲ء میں برطانیہ لایا گیا جہاں یہ برٹش میوزیم کی سکوں کی گیلری کے ایک کونے میں پڑا ہے۔ چند ایک انگریز ماہرین نے اس سکے کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے صرف اتنا کہا ہے کہ اوفا مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے یہ سکہ محض مسلمان حکومتوں سے تجارت کے لئے بنائے ہوں گے۔ اس سکے کو مسلمانوں کے سکے کی نقل کے طور پر اس لئے بنایا گیا تھا کہ باقی یورپ مین اس سکے کی قدر و قیمت بڑھائی جا سکے۔ یہ تاویل بھی پیش کی گئی کہ سکہ غالباً پوپ کو تحفے میں دینے کے لیے تیار کرایا تھا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ سکہ خیرات دینے یا رومی شاہوں کو تحائف کے طور پر بھجوایا جاتا ہوگا اور بس۔

تاہم یہ تمام تاویلات حقیقت کی کسوٹی پر پرکھنے سے نتائج مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ایک یورپی غیر مسلم بادشاہ کا آیت قرآنی کا اپنے سکے پر کندہ کرانا، بالخصوص ایسی آیت جو اسلام کی بنیاد ہو تحقیق کی متقاضی ہے۔

چلئے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اوفا اپنے مذہب پر ہی قائم رہا اور اس نے یہ سکہ اپنی ریاست کی شان و شوکت کے اظہار اور معیشت کی مضبوطی کے اظہار کے لئے بنوایا تھا تو مغربی دنیا نے اس سے سوتیلی ماں جیسا سلوک کیوں روا رکھا؟ آخر وہ کیا چیز ہے جسے دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے؟

اپنی تاریخ، روایات اور ماضی سے بے پناہ عقیدت رکھنے والی برطانوی قوم کی اس سکے سے سرد مہری ہی دراصل سوالات و خدشات کو جنم دیتی اور دنیا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخر: کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

نباتاتی زندگی کے اسرار

رابعہ شاہد

زمانہ گذشتہ میں بھی اسکا علم تھا کہ نباتات میں زندگی کی لہر موجود ہے۔ بعض قصے کہانیوں میں ایسے درختوں کا بھی بیان ہے جو طاقت گویائی سے بہرہ ور تھے۔ گو یہ من گڑھت کہانیاں سائنس دانوں کی نظر میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں تاہم اب سائنس کے نزدیک بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نباتات بھی ہماری طرح جاندار ہیں۔

اگرچہ درخت ہماری طرح نہ بات چیت کر سکتے نہ چل پھر سکتے ہیں۔ مگر انکا طریقہ پیدائش حیوانات کے طریقہ پیدائش کے بالکل مشابہ ہے۔ درختوں میں بھی نر و مادہ مثل حیوانات کے پائے جاتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ حیوانات تو مختلف حرکتیں کر سکتے ہیں مگر درخت اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے۔ ان میں کس طرح جوڑے ہو سکتے ہیں؟ مگر حشرات الارض مکھی بُھنورے وغیرہ جو وقت پھولوں کے گرد پھرتے رہتے ہیں۔ مشاط کے فرائض بجالاتے ہیں۔ یعنی ایک پھول کے نر اعضا کو دوسرے پھول کے مادہ اعضا تک لے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ مواد ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں جو پھل پھول کے لئے ضروری ہیں۔ بعض حالتوں میں ایک پھول کے نر اعضا ہوا میں اُڑ کر دوسرے پھول کے مادہ اعضا تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ حالت کھجور کے درخت اور گندم کے پودے میں دیکھی گئی ہے۔

ایشیائے کوچک میں ایک کھجوروں کا جنگل تھا۔ مگر درخت پھل نہ لاتے تھے۔ آخر پتہ چلا کہ وہ تمام درخت مادہ ہیں۔ اس لئے چند درخت جو نر تھے وہاں گاڑے گئے۔ اور پھر وہ تمام درخت پھل لانے لگے۔ کدو کے پودے میں جب پھول آتے ہیں تو سرخ چیونٹے اور مینڈک (اگر پانی نزدیک ہو) ایک پھول کے نر اور اعضا کو دوسرے پھول کے مادہ اعضا تک لے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کئی پودے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ نر و مادہ دونوں قسم کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ مگر بیج جو اس فعل سے پیدا ہوتا ہے۔ بالکل کمزور پیدا ہوتا ہے۔ (یہ حالت کھجور کے درخت میں نہیں پائی جاتی)۔

بعض پودے زمین اور ہوا سے خوراک حاصل نہیں کر سکتے۔ ایسے درختوں کا گذارہ دوسرے درختوں اور جانوروں سے اُنکی روزی کا دارومدار ہے۔ اکاس بیل اپنی خوراک دوسرے درختوں سے حاصل کرتی ہے۔ مگر اسکا سہل شکار بیری کا درخت اور ڈورنٹا (Porenta) ہے۔ ایک پودہ جسے نین پتھی کہتے ہیں۔ مکھی۔ بھڑا۔ اور بھنوروں کو نگل جاتا ہے۔ اسکے پتے کی شکل صراحی کی طرح ہوتی ہے۔ طریقہ شکار کی تفصیل بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

اس کا آخری حصہ جو صراحی کے منہ کی طرح ہوتا ہے اس پر ایک قسم کا میٹھا رس ہوتا ہے۔ جسے سونگھ کر مکھیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ مکھی بیٹھتے ہی پھسل جاتی ہے۔ اور جب باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے تو پتے کے درمیان والے ریشے جو نیچے کو نکلتے ہوئے ہوتے ہیں اُسے دباتے ہیں۔ آخر پر جا کر مکھی ہضم ہونے لگتی ہے۔ کیونکہ یہاں ایک قسم کا تیزاب پایا جاتا ہے جو اسکے جسم کو گلا ڈالتا ہے۔

اسی قسم کا ایک اور پودا جسے وینس فلائی ٹریپ (یعنی مکھیوں کا پنجرا) کہتے ہیں ذیل کے طریقے سے مکھیاں شکار کرتا ہے۔ اسکے پتے کی بناوٹ ذیل کی شکل میں ظاہر کی گئی ہے۔ پتے پر ایک قسم کا رس لگا ہوتا ہے۔ جب کوئی مکھی بیٹھتی ہے تو پتہ اس کے گرد بند ہو جاتا ہے اور مکھی قید ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کے اور بھی کئی ایک پودے ہوتے ہیں جو جانداروں پر گذارہ کرتے ہیں۔ انکے انگریزی نام نین پتھی۔ ٹارمپن وغیرہ وغیرہ ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو زہر حیوانات پر اثر کرتے ہیں وہی درختوں کو بھی تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اگر کوئی زہر مثلاً سنکھیا مارفیا وغیرہ پانی میں حل کر کے کسی پودے کی جڑوں میں ڈال دیا جائے تو وہ پودے کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ ڈاکٹر بوس نے جو دنیا کے اول درجہ کے سائنسدانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اسکے متعلق تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک پودے پر زہر کا استعمال کیا۔ وہ مرجھا گیا مگر جب اُکھاڑ کر اُسکو دھو ڈالا گیا اور اینٹی ڈوٹ دیا گیا تو پودا از سر نو لہلہانے لگا۔

بعض پودوں میں ایک خاص قسم کی جنس پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی لاجونتی کے پودے کو ہاتھ لگائے تو اُسکے پتے بند ہو جاتے ہیں۔ اسی قسم کے اور درخت بھی ملک افریقہ میں پائے گئے ہیں جو دوپہر کے وقت پتے بند کر لیتے ہیں۔ تاکہ گرمی سے بچاؤ رہے۔

درختوں میں جو خار اور کانٹے پائے جاتے ہیں وہ صرف بچاؤ کے واسطے ہوتے ہیں۔ بعض پودے جو خاص موسموں کی اثرات برداشت نہیں کر سکتے زمین کے اندر ہی پھلتے پھولتے ہیں۔ مثلاً مولی کا پودا شروع جاڑے میں اپنا تنا اور جڑیں زمین میں رکھتا ہے اور زمین کے باہر صرف پتے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر بعد میں صرف جڑیں ہی زمین میں ہوتی ہیں اور تنا پتے پھل پھول سب زمین سے باہر ہوتے ہیں۔ تربوز کا پودا بھی صرف اپنے پتے ہی ظاہر کرتا ہے۔ ایسی ہی حالت اور بہت سے پودوں میں پائی جاتی ہے۔

نباتات کی زندگی کے متعلق اور بہت سی عجیب وغریب باتیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ مگر ان پودوں کے دیسی نام ہر وقت معلوم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس موضوع پر کوئی سائنس کی کتاب اب تک دیسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔

برگد

زین احمد

برگد کے درخت کو پنجابی زبان میں ''بوہڑ'' عربی زبان میں ''کبیرالاشجار'' فارسی زبان میں ''درخت ریشہ'' اورانگریزی زبان میں Banyan Tree کہتے ہیں۔

شناخت: برگد ایک بہت مشہوراور بڑا درخت ہے جس کا دودھ، داڑھی اورکونپلیں دواکےطور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اس درخت کی بلندی 25 سے 30فٹ اور چوڑائی یا گولائی 70 سے 80 فٹ تک ہوتی ہے۔اسکی شاخیں بہت پھیلتی ہیں۔اوران میں سے بہت باریک ریشےجن کو بڑ کی داڑھیاں کہتے ہیں نیچے کی طرف بڑھتے اورموٹے ہوتے چلے جاتے ہیں۔زمین پر پہنچنے کے بعد نیچے گڑ جاتے ہیں اسکے پتے یاڈالی کو توڑنے سے چپکتا ہوا۔دودھ نکلتا ہے۔

برگد کے درخت کے قریباً تمام حصے مختلف امراض کے علاج میں استعمال ہوتے ہیں۔ برگد ایک نہایت فائدہ مند درخت ہے۔مزاج سرد خشک بعض اسے گرم تر مانتے ہیں۔اسکے دودھ کا مزاج تیسرے درجہ میں سرد خشک ہے۔

فوائد: خونی بواسیر! برگد کے درخت کی لکڑی جلا کر کوئلہ بنالیں اوراس کوئلہ کو باریک پیس کرتین تین ماشہ (تولہ کا بارھواں حصہ) کی پڑیاں بنالیں،صبح و شام ایک ایک پڑیا تازہ پانی سے کھانا خونی بواسیر کے لیے مفید ہے۔

مرہم بواسیر: گائے کے مکھن کواچھی طرح صاف کرکے برگد کے درخت کے کوئلہ میں مناسب مقدار میں پیس کرملا کر مکھن میں مرہم تیار کرلیں۔صبح وشام فراغت کے بعدمسوں پر یہ مرہم لگانے سے مسے بہت جلد مرجھا جاتے ہیں۔

ذہنی کمزوری: برگد کے درخت کا چھلکا سایہ میں خشک کر کے بوزن 5 تولہ 10 تولہ چینی میں ملا کر پیس کرسفوف بنا لیں۔ 4 سے 6 ماشہ رات کوسوتے وقت گائے کے دودھ کے ہمراہ کھانے سے حافظہ تیز ہوجاتا ہے۔اس دوران تیل اورترش اشیاء سے پرہیز کریں۔

زہریلے زخم: داڑھی برگدایک تولہ 5 عدد کالی مرچوں کے ساتھ رگڑ کر پینے سے زہریلے اور پرانے زخم ٹھیک ہوجاتے ہیں۔اسکے ہمراہ گائے کا گھی بھی کافی مقدار میں استعمال کریں۔

جوڑوں کا درد: برگد کے پتوں کا سفوف 4 سے 6 ماشہ پانی کے ہمراہ کھانے سے جوڑوں کا درد آرام پاتا ہے۔

گنج: برگد کے پتے آگ میں جلا کرانکی راکھ السی کے تیل میں ملا کر مقام گنج پر ملنے سے بے حد فائدہ ہوتا ہے۔

منہ کے چھالے: برگد کے درخت کا دودھ منہ کے چھالوں پرلگانے سے آرام آجاتا ہے۔ یہی برگد کا دودھ ناک

کے زخموں پر لگانے سے زخم بہت جلد بھر جاتا ہے۔

دانت درد: متاثرہ دانت کے اوپر برگد کا دودھ لگانے سے درد سے فوراً آرام ملتا ہے۔

ناسور: برگد کے دودھ میں سانپ کی کینچلی راکھ کر کے اس میں روئی بھگو کر ناسور میں رکھنے سے ناسور کو آرام آجاتا ہے۔اور زخم دو ہفتہ کے اندر بھر جاتا ہے۔

برگد کا دودھ حاصل کرنے کا طریقہ: برگد کا دودھ حاصل کرنا ایک محنت طلب کام ہے۔ذیل میں دودھ حاصل کرنے کا موثر طریقہ بیان ہے۔ برگد کا دودھ علی الصبح حاصل کرنا چاہیے۔موسم سرما میں برگد کی کونپل اچھی ہوتی ہے۔کونپل توڑ کر بوندیں ایک برتن میں اکٹھی کی جاسکتی ہیں۔ایک کونپل سے عام طور پر 5 , 6 بوندیں نکلتی ہیں۔ اسکے علاوہ برگد کے درخت کے تنے میں جڑ کے قریب صاف نئی لوہے کی کیل گاڑ دیں۔ 12 گھنٹے کے بعد کیل نکال کر نیچے برتن رکھ دیں۔ بہت سارا دودھ نکل آئے گا۔

اسکے علاوہ موٹی موٹی لوہے کی کیلیں درخت کے مختلف حصوں میں ٹھونک کر نکال دیں پھر اس سوراخ میں ہلکی سی ہلدی کی گرہ دے کر اوپر سے موم لگا کر سوراخ بند کر دیں۔ 12 گھنٹے بعد ہلدی کی گرہ نکال لیں ہلدی کی تاثیر سے ایک دم بہت سا دودھ نکل آئے گا۔کسی برتن میں اکٹھا کر لیں۔

لیموں

مہوش رباب

لیموں اپنے غذائی اور شفائی اثرات کی بدولت انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس میں فاسفورس، وٹامن سی، کیلشیم اور حرارے وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔لیموں کے بے شمار فوائد ہیں اس کے فوائد کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ سلاد پر لیموں کا رس نچوڑ کر ڈالنے سے بھوک کی کمی دور ہوتی ہے۔اور نظام ہضم بھی درست رہتا ہے۔

۲۔ گھبراہٹ محسوس ہو تو شربت میں لیموں کا رس ڈالنے سے اور شربت پینے سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔

۳۔ چھوٹے موٹے سر درد میں لیموں کے چند قطرے کنپٹیوں پر لگانے سے سر درد میں افاقہ ہوتا ہے۔

۴۔ صبح نہار منہ لیموں کا رس پینے سے کولسٹرول رُک جاتا ہے۔

۵۔ ایک کپ پانی میں آدھا چمچہ اجوائن رات بھر بھگو کر صبح نہار منہ آدھا لیموں ملا کر پینے سے موٹاپے میں کمی آتی ہے۔

فیض لودھیانوی (بقیہ قسط ۲۱)

لودھیانہ کی ڈائری

نسل نو کے لیے عبرت ناک تاریخی دستاویز ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے شہر خالی ہونے تک رونما ہونے والے اہم واقعات تاریخ وار درج ہیں۔

مسلمانوں کا مکمل اخراج: میں نے اپنے بیوی بچوں کو ایک محفوظ جگہ پر بٹھایا اور انہیں ادھر اُدھر نہ جانے کی تاکید کر کے خود تازہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے میدان میں چلا گیا خواجہ محمد عمر اخون سے ملاقات ہوئی جو ملٹری کے ٹرک میں ابھی لاہور سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے اپنے بیوی بچوں کی خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا آج سارا شہر مسلمانوں سے خالی ہو رہا ہے وہ لوگ یہیں کسی جگہ آپ کو مل جائیں گے، خواجہ صاحب دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی سے بہت بیزار نظر آتے تھے کہنے لگے میں نے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ گھر میں تمام برتن مٹی کے بنے ہوئے رکھوں گا۔ بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ صبح جب مسلمان بڑی کثیر تعداد میں ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو محصول چنگی کے عقب میں کسی ظالم سورمانے نہتے مسلمانوں پر ایک دستی بم پھینکا اور خود فرار ہو گیا۔ اس کی اس ظالمانہ حرکت سے متعدد مسلمان زخمی اور دو تین شہید ہو گئے اس پریشانی میں وہاں بعض بلوائیوں نے مسلمانوں کا بہت سا سامان بھی لوٹ لیا۔ کیمپ تبدیل کرنے کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ ریلوے سٹیشن پر ہر قوم کے افراد کا آنا جانا تھا۔ دوسرے ریلوے سٹیشن کی گراؤنڈ ہزارہا مہاجرین کے لئے قطعاً ناکافی تھی۔

محلّہ چھاؤنی محل وقوع کے لحاظ سے کیمپ ایریا ہی میں شامل ہے، یہ خالص مسلم آبادی ہے یہاں تمام لوگ اب تک نہایت اطمینان سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ میں کچھ آٹا لے کر اپنے شاگرد محمد اشرف کے گھر گیا۔ اس نے مجھے اپنی والدہ سے روٹیاں پکوادیں اور سبز مرچوں کا اچار ہدیتہً مجھے دیا۔ ہم نے دوپہر اور شام کو یہ کھانا کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اس مصیبت کی حالت میں ہمیں یہ اچار بریانی سے بڑھ کر لذیذ معلوم ہوا۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے مخلوق خدا بے حد پریشان ہے، رات کو ہم زمین پر بوریاں بچھا کر سوئے۔ یہ بوریاں بھی مجھے محمد اشرف نے دی ہیں۔ آج یقیناً کرفیو آرڈر ختم ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ شہر سے مسلمانوں کا اخراج مکمل ہو گیا ہے۔

جنگل میں ڈیرے: ۶ ستمبر ۱۹۴۷ء ۱۹ شوال ۱۳۶۶ھ ہفتہ۔ اس وقت تمام شہر کے مسلمان جس میدان میں بیٹھے ہیں۔ اس کا حدود اربعہ یہ ہے مشرق کی طرف جی ٹی روڈ (جو انبالہ سے آتی ہے اور جالندھر کو جاتی ہے)

مغرب کی طرف ریلوے لائن کی دو پٹڑیاں ایک پٹڑی پر لاہور سے گاڑیاں آتی ہیں اور دوسری پٹڑی پر لاہور کو گاڑیاں جاتی ہیں) جنوب کی طرف مسلمانوں کا وسیع و عریض محلّہ جو چھاؤنی کے نام سے مشہور ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ فوج کی قیام گاہ تھا۔ شمال کی طرف دریائے ستلج تک لمبا میدان تھوڑے فاصلے پر بڈھا نالہ جس پر پل بنا ہوا ہے ریلوے لائن کی دوسری طرف کچھ لہلہاتے کھیت ہیں اور سڑک کے اُس پار لودھیوں کا تعمیر کردہ مضبوط قلعہ واقع ہے گویا مہاجرین کے اس کیمپ کی تین طرفین پہلے ہی سے معین ہیں۔ صرف شمال کی طرف گنجائش ہے۔ دیہات سے جس قدر لوگ بھی آئیں وہ یہاں کھپ سکتے ہیں۔

فارسی کی ایک ضرب المثل ہے ''مرگ انبوہ جشنے دارد'' چونکہ یہ مصیبت قومی سطح پر نازل ہوئی ہے اس لئے سب لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر صبر و شکر کے ساتھ ان نازک گھڑیوں کا سامنا کر رہے ہیں، غریب ہو یا امیر بہرحال اس کا کچھ نہ کچھ نقصان تو ضرور ہوا ہے لیکن کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ لاکھوں کی جائیداد۔ قیمتی ساز و سامان اور ہر قسم کا آرام تیاگ کر مرد و زن جنگل میں ڈیرے ڈالے بیٹھے ہیں۔ بعض لوگوں کا جانی نقصان بھی ہوا ہے۔

صبح آٹھ بجے کے قریب جونہی سپیشل ٹرین آ کر ٹھہری لوگ بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑے، کسی تنظیم کے بغیر طاقتور سوار ہو گئے اور کمزور کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ جن کو ڈبوں کے اندر جگہ نہ ملی وہ چھتوں پر جا چڑھے، آدھے گھنٹے کے بعد کیمپ سے چلنے والی یہ پہلی گاڑی بخیریت لاہور کی جانب روانہ ہوگئی مسافروں کی حفاظت کے لئے مسلمان ملٹری کے کچھ مسلح جوان بھی ساتھ گئے ہیں اندازہ ہے کہ اس گاڑی میں کم و بیش پانچ ہزار مرد و زن نے پاکستان پہنچنے کے لئے سفر اختیار کیا ہے چونکہ ہمارے پاس کچھ زیادہ سامان نہیں تھا اس لئے خیال تھا کہ ہم آسانی سے ٹرین پر سوار ہو جائیں گے لیکن وہاں اس قدر ہجوم تھا کہ خدا کی پناہ ہمیں مجبوراً ناکام لوٹنا پڑا۔

گاڑی کی طرف جانے سے پہلے ہم نے وہ بوریاں لوگوں کو دے دی تھیں جن کو بچھا کر ہم نے گزشتہ رات کاٹی تھی۔ اب میری بیوی گھبرائی اور کہنے لگی کہ غیر ہموار زمین پر سونے سے میری کمر دُکھنے لگ گئی ہے۔ میں گرمی سے بھی بہت اکتا گئی ہوں۔ آپ کہیں نہانے کا بندوبست کریں۔ اللہ تعالیٰ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ میں فکر مند کھڑا کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا ایک اور شاگرد عبدالوحید اتفاقاً اُدھر آ نکلا جس کا پختہ مکان محلّہ چھاؤنی میں محفوظ جگہ پر ہے آج ہم یہاں آ گئے ہیں اس نے ہمیں ایک چھوٹا سا کمرہ دے دیا ہے جس میں چارپائیاں تو نہیں البتہ چٹائی بچھی ہوئی ہے صحن میں ہینڈ پائپ بھی لگا ہوا ہے ہمیں مکان کی پیش کش کل محمد اشرف نے بھی کی تھی لیکن اس کا مکان محلّہ چھاؤنی کے جنوب میں سڑک کے قریب اس گلی کے اندر واقع ہے جو آریہ ہائی سکول کے عین سامنے ہے اور اس سکول میں شرنارتھیوں کا کیمپ بنا ہوا ہے اس لئے میں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ اس نے آج نئی صورت پیدا کر دی۔

(بقیہ آئندہ)

Regd. Number CPL- 62

Cambridge Madrasat ul Banat Higher Secondary School

ADMISSION OPEN

Intermediat	Graduation
I. Com	B.A
ICS	B. Sc
F.A	B. Com
F. Sc	

15- Lake Road, Lahore. Ph #: 042-37236410, 7354555

ADMISSION OPEN

MADRASAT UL BANAT HUMAIRA CAMPUS

428, R-Block Model Town Lahore.

AIMS

Admission Open

MBA = 2 years
MCS = 2 years
MIT = 2 years
BS = 4 years
(CS, IT, Edu, Commerce, Law, Business Adm, Public Adm, Mass Communication, Accounting & Finance)

BA = 2 years
BSc = 2 years
BBA = 2 years

Admission Forms Available

Approved Campus

Virtual University

13-B Lake Road, Lahore.
Ph: 37117726 - 37359610,
Fax: 37124943

Educational Campuses:

Lahore:
Cambridge Madrasat-ul-Banat
Higher Secondary School
15-Lake Road, Lahore.
Ph: 042-7354555, 7236410
Fax: 042-7124943

Lahore:
Humairah Campus
Madrasat-ul-Banat High School
428 -R Block Model Town, Lahore
Ph: 042-5837157

Lahore:
Abbas Campus (AIMS)
Abbas Institute of Modern Studies
13 -B Lake Road, Lahore.
Ph: 042-7117726, 7359610

Sadiqabad:
Khalid Campus
Madrasat-ul-Banat
Higher Secondary School
Manthar Road, Sadiqabad.
Ph: 068-5705910, 5704035

Multan:
ELC (Early Learners' Campus)
Opposite Sports Ground
LMQ Road, Multan
Ph: 061-4008234 – 061-5006533

Rahim Yar Khan
Ubaid Campus,
Near Overhead Bridge,
By Pass Road, Rahim Yar Khan
Ph: 0300-8670019

Sadiqabad:
Country School,
Majeed Campus Chak 150-P
Sadiqabad
Ph: 0345-8067247